نظرات

از ۲۱ فروری تا ۲۳ فروری ۸۲ء تین روزہ "اسلام اور مستشرقین" کے موضوع پر ایک سیمینار بڑے ٹھاٹھ اور تزک و احتشام کے ساتھ دارالمصنفین اعظم گڈھ میں منعقد ہوا جس میں برصغیر ہند و پاک کے نامور علماء و فضلاء اور اساتذۂ جامعات کے علاوہ عرب اور دوسرے ممالک کے ممتاز ارباب علم و قلم نے بھی شرکت کی، ان حضرات نے مقالات پڑھے اور بحث و گفتگو میں حصہ لیا، دارالمصنفین کے ارباب حل و عقد نے اس عظیم بین الاقوامی سیمینار کو خاطر خواہ طور پر صوری اور معنوی اعتبار سے کامیاب بنانے کے لیے جو اہتمام و انتظام کیا اور مہمان نوازی جس دلسوزی، محبت اور توجہ سے کی وہ بے شبہ دارالمصنفین کی روایات کے شایان شان اور ان کے عین مطابق تھا، اس اجتماع کی نہایت مفصل روئداد حسن بیان و زور خطابت کی گلکاریوں کے ساتھ ناظم دارالمصنفین جناب سید صباح الدین عبدالرحمن کے قلم سے معارف میں مسلسل شائع ہو رہی ہے اس لیے ہمیں اس سلسلہ میں مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ چند گذارشات ہیں جن کا اس موقع پر پیش کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔

سیمینار میں جو تقریریں ہوئیں اور جو مقالات پڑھے گئے اگرچہ ان میں حیثیت مجموعی مستشرقین پر نکتہ چینی اور ان کی مذمت کے ساتھ ان کی خدمات کا اعتراف بھی کیا گیا، لیکن ہمارا احساس یہ ہے کہ خدمات کا اعتراف دبی زبان اور ہلکے لب و لہجہ میں کیا گیا اور تنقیص و تہجین کا اظہار بڑے زور شور اور جوش و خروش سے ہوا، ہمارے نزدیک

اجتماع مگر ایک ایسے اہم علمی اجتماع کے شایانِ شان نہیں تھا۔ مستشرقین کا معروضی مطالعہ کرنے کے لیے ضروری تھا کہ مستشرقین کی ایک فہرست بنائی جاتی اور جن حضرات کو مدعو کیا جاتا ہے ان سے درخواست کی جاتی کہ جن مستشرقین کے کاموں کا انھوں نے جامع اور تحلیلی و تنقیدی مطالعہ کیا ہے اس کو اس فہرست میں سے منتخب کرلیں اور سیمینار میں اس پر ایک ایسا مقالہ پیش کریں جس میں مستشرقین کی علمی و تحقیقی کاوشوں کے ساتھ اس کی غلط یا لغو بیانیوں کی بھی نشاندہی کی گئی ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو مستشرقین کے محاسن اور معائب دونوں بیک وقت اہلِ بزم کے سامنے آجاتے اور اس کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا آسان ہوتا کہ فلاں مستشرق سے فائدہ کتنا پہنچا اور نقصان کس درجہ کا اور کتنا ہوا!

جن مغربی مصنفین نے اسلام پر لکھا ہے، ہمارے خیال میں ان کو دو طبقوں میں تقسیم کرنا چاہیے: (۱) مشنریز یا مبلغینِ عیسائیت اور (۲) مستشرقین "استشراق ایک تحریک تھی جو اٹلی میں پیدا ہوئی، وہاں سے جرمنی میں پھلی پھولی اور پھر فرانس، برطانیہ، ہنگری، ہولینڈ، امریکہ اور روس تک میں پھیل گئی، جرمنی میں اس تحریکِ استشراق کا ذکر علامہ اقبال نے پیامِ مشرق کے مقدمہ میں جس انداز سے کیا ہے وہ پڑھنے کے قابل ہے" مذکورہ بالا دو گروہوں میں سے پہلا گروہ یعنی مشنریز! یہ کھلا ہوا اسلام دشمن طبقہ ہے، اس بنا پر اس کا مقصد ہی اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے خلاف زہر چکانی اور دشنام طرازی ہے، ہمارے زمانہ کے مشہور مستشرق پروفیسر گب اور پروفیسر آربیری نے خود بڑی ندامت اور افسوس کے ساتھ اس کا اعتراف اور ان سے اپنی برأت کا اظہار کیا ہے، اب رہے مستشرقین! تو ان کے کام کس درجہ متنوع اور کس کثرت سے ہیں؟ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ [illegible] کے قیام کے زمانہ میں ہم نے مستشرقین پر ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا تو ایک [illegible] انسٹی ٹیوٹ کی لائبریری گیا وہاں در چند کتابوں کے ساتھ جرمنی زبان میں ایک

کتاب ملی جو دو جلدوں میں تھی اور اس میں صرف ان مستشرقین کا تذکرہ تھا جنھوں نے جرمنی زبان میں اسلامیات کے کسی موضوع پر لکھا ہے، یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا اور میں نے قلم رکھ دیا، جو حال جرمنی زبان کا ہے کم و بیش فرانسیسی اور انگریزی زبان کا ہے، واقعہ یہ ہے کہ یہ کارنامے اس کثرت سے ہیں کہ فرد واحد کا ان سب پر حاوی ہونا ناممکن ہے۔

موضوعات کے اعتبار سے یہ کارنامے حد درجہ متنوع ہیں، لیکن بنیادی طور پر ان کو مندرجہ ذیل اقسام پر تقسیم کیا جا سکتا ہے: (۱) مستشرقین نے مختلف موضوعات پر .... سینکڑوں نادر و نایاب مخطوطات کو گوشۂ گمنامی سے نکال کر بڑی کاوش اور محنت سے اڈٹ کر کے چھاپا اور پورا عالم اسلام ان سے استفادہ کر رہا ہے، (۲) مستشرقین نے عربی زبان کی لغت لکھی، (۳) عربی کتابوں کا ترجمہ کیا (۴) اسلامی علوم و فنون کی تاریخ پر کتابیں لکھیں، (۵) اسلامی تہذیب و تمدن کی تاریخ، (۶) عرب و ایران کی تاریخ (۷) اسلام کے مختلف نظام مثلاً معاشرتی نظام، اقتصادی نظام، سیاسی نظام، اسلام کے فنونِ لطیفہ مثلاً فن تعمیر، فن خطاطی، مصوری، برتن سازی وغیرہ ان پر کتابیں لکھیں (۷) قرآن و حدیث کا انڈکس تیار کیا، (۸) انسائیکلو پیڈیا کے دو دو اڈیشن، قدیم اور جدید تیار کیے، (۹) عربی زبان کا علم الالسنہ کی روشنی میں مطالعہ کیا (۱۰) یورپ پر مسلمانوں کے علمی اور تہذیبی احسانات پر کتابیں لکھیں، (۱۱) سیرت نبوی، اس کے مآخذ و مصادر اور اسلام کی تعلیمات پر کتابیں لکھیں، اب غور کیجئے یہ تمام موضوعات و عنوانات خالص علمی اور ان میں سے اکثر سیکولر ہیں یعنی ان پر بحث و گفتگو کے سلسلہ میں مذہب کا کہیں ذکر ہی نہیں آتا اور اگر آتا بھی ہے تو ضمناً اور برائے نام اور ان پر مستشرقین نے جو داد تحقیق دی ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ عرب و ایران میں مستشرقین کی ان کتابوں کا ترجمہ ہوا، یہ گویا اس بات کا اعتراف تھا کہ خود عرب و ایران کے علماء و فضلاء اب تک [illegible] پر

جو خود ان کے گھر کی چیز تھے اس درجہ محققانہ سرمایۂ علم پیش نہیں کر سکے تھے، اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مستشرقین کے ان کارناموں سے اسلامی لٹریچر کے سرمایہ میں غیر معمولی اور نہایت وقیع اضافہ ہوا ہے، تحقیق کی نئی راہیں کھلی ہیں اور ان علوم و فنون کے بہت سے پوشیدہ خزانے ہاتھ آئے ہیں، پھر مسلمان طلباء کو مغربی طرز تحقیق سے آشنا کر کے ان لوگوں نے عالم اسلام میں مسلمان محققین کی ایک ایسی نسل پیدا کی ہے جو اپنے ملکوں میں آج نہایت عظیم الشان تحقیقی کام اسلامیات کے مختلف موضوعات پر کر رہے ہیں، بے شبہ مستشرقین کی یہ خدمات علمی حیثیت سے مسلمانوں پر اتنا بڑا احسان ہے کہ اس سے صرف نظر کرنا یا منکر ہونا خود اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

ہمارے علماء کی جو عام ذہنیت مستشرقین کے بارہ میں ہے وہ غالب کے اس شعر کا مصداق ہے۔

مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دورِ جام ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

اس سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ سنئے، مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوری نے سیرت نبوی پر اپنی وقیع کتاب اصح السیر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ چونکہ طبقات ابن سعد کو ایک عیسائی نے اڈٹ کیا اور چھاپا ہے اور اس نے ضرور کتاب کے اصل مخطوطہ میں رد و بدل کیا ہوگا اس لیے میرے نزدیک وہ معتبر اور قابل استناد نہیں ہے، مجھ کو یہ پڑھ کر سخت تعجب اور افسوس ہوا اور میں نے اپنے مخدوم مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی کی طرف رجوع کیا جو اس زمانہ میں نہایت بلند پایہ محقق ہیں اور ان مخطوطات پر جن کی نظر بڑی وسیع اور عمیق ہے، مولانا نے حسب معمول اور از راہ شفقت بزرگانہ فوراً جواب دیا اور تحریر فرمایا: "طبقات ابن سعد کا اڈیشن، جس مخطوطہ پر مبنی ہے، میں نے اسے دیکھا اور مطبوعہ اڈیشن اور مخطوطہ دونوں کا حرفاً حرفاً مقابلہ کیا ہے اور کہیں ایک حرف کا فرق بھی نہیں پایا ہے۔"

اس خطے سے اندازہ ہوگا کہ مستشرقین نے اوریجنل کام کس دیانت داری سے کیا ہے۔

بہرحال مستشرقین کے کارناموں کا یہ ایک نہایت اہم پہلو ہے جو ان پر گفتگو کرتے وقت کبھی نظر انداز نہیں ہونا چاہیے، لیکن یہ ان کی تصویر کا صرف ایک رخ ہے، دوسرا رخ، افسوس کی بات ہے، کہیں داغ دار ہے اور کہیں بالکل تاریک ہے، اور یہ وہ موقع ہے جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن و حدیث اور تاریخ و تصوف اسلام کے بعض مباحث و مسائل پر بحث و گفتگو کے بعد نتائج اخذ کرتے اور ان کے متعلق اپنی آراء کا اظہار کرتے ہیں، لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس سلسلہ میں ہم امور ذیل بھی نظر رکھیں: (۱) پہلی بات جو یاد رکھنے کے قابل ہے یہ ہے کہ تمام مستشرقین اس باب میں متفق نہیں ہیں اور سب کا نقطۂ نظر اس معاملہ میں ایک نہیں ہے، چنانچہ ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ (قاہرہ) جنھوں نے اپنے دو رفقائے کار کی معیت میں پروفیسر اجنز گولڈزیہر کی ایک نہایت اہم کتاب کا ترجمہ جرمن زبان سے عربی میں "العقیدۃ والشریعۃ فی الاسلام" کے نام سے کیا ہے کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"مستشرقین میں جہاں ایسے لوگ ہیں جو من مانی بات کرتے ہیں اور اس لیے خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بربنائے جہالت یا علم کے باوجود گمراہ کرتے ہیں تو دوسری طرف اسی طبقہ میں ایسے حضرات بھی ہیں جو حق بات دو اشگاف طریقہ پر کہتے ہیں۔" مصنف کے نزدیک گولڈزیہر کا شمار بھی اسی دوسرے طبقہ میں ہے، چنانچہ آگے چل کر گولڈزیہر کے فضائل و مناقب بیان کرنے کے بعد رقم طراز ہیں: "اپنے ان کمالات و خصوصیات کے باعث ہی گولڈزیہر کا شمار ان اکابر مستشرقین میں ہوتا ہے جنھوں نے پوری ذمہ داری سے اسلام کو، اس کی روح اور اس کی تعلیمات اور اس کے مذاہب کو اور ان عوامل کو جو ان مذاہب (فقہیہ و کلامیہ) کی ایجاد اور ان میں اختلافات کا باعث ہوئے، سمجھا ہے۔"

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ مستشرقین کے لیے نبوت اور وحی کی حقیقت جو اسلام میں ہے عموماً ناقابل فہم ہے، کیونکہ اگر وہ سمجھ میں آجائے تو پھر وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو جائیں، اس بنا پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ دنیا کے ایک عظیم مفکر اور ایک عظیم انقلابی شخصیت کی حیثیت سے کرتے ہیں، اس لیے ایک متعصب اور ایک کوتاہ اندیش میں ان دونوں میں فرق کرنا چاہیے۔

(۳) پھر تیسری بات جو نہایت اہم اور ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں تاریخ اسلام اور اپنے ادبی ماخذ و مصادر کا تنقیدی جائزہ لینا چاہیے، کون نہیں جانتا کہ تاریخ کے قدیم ماخذ میں رطب و یابس اور صحیح و غلط ہر قسم کی روایات بھری پڑی ہیں، ایک مسلمان اغانی میں غلمان و جواری اور محلات شاہی میں عیش و عشرت کے واقعات پڑھتا یا ابونواس کے دیوان کا مطالعہ کرتا ہے تو شرم سے گردن خم ہو جاتی ہے، علاوہ ازیں واقدی ابن اسحٰق اور طبری اور یعقوبی وغیرہ کا کیا ذکر، خود احادیث اور بعض تفاسیر خصوصاً تفسیر در منثور (جلال الدین سیوطی) میں بعض ایسی روایات ملتی ہیں جو ہرگز قابل قبول نہیں ہیں اور جن سے اسلام کی تعلیمات مجروح ہوتی ہیں، امام بخاری نے الجامع الصحیح میں صحت کا التزام کیا ہے، لیکن ادب المفرد میں نہیں کیا اس لیے اس میں بھی بعض اس قسم کی روایات نے جگہ پالی ہے، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بعض روایات کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ یہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت کے منافی ہے، پھر تصوف کی کتابیں اور صوفیا کے تذکرے بھی ایسے اقوال و ملفوظات اور ایسے احوال و مقامات کے ذکر سے محفوظ نہیں ہیں جن کی زد شریعت پر پڑتی ہے، مستشرقین جب ہرزہ سرائی پر آتے ہیں تو یہی روایات ان کا سہارا بنتی ہیں، خوب اچھی طرح یاد ہے جس زمانہ میں ہم لوگ ڈابھیل ضلع سورت (گجرات) میں مقیم تھے سورت کے گجراتی زبان کے ایک ہندو اخبار نے اسلام کے خلاف سخت زہریلے مضامین کا ایک سلسلہ قسط وار

شائع کرنا شروع کیا، جب اس مضمون کی ستر قسطیں شائع ہو چکیں اور حضرت الاستاذ مولانا انور شاہ الکشمیری کو اس کی اطلاع ہوئی تو ایک طرف تو آپ نے حکومت کو ادھر متوجہ کر کے اخبار پر مقدمہ دائر کرایا اور دوسری جانب اس مضمون کا اردو میں ترجمہ کرانے کے بعد مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی اور خاکسار راقم الحروف ہم تین پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جس کا کام اخبار مذکور کے مضمون کو از اول تا آخر پڑھنا اور پھر اس کا جواب تیار کرنا تھا، اب اس تقریب سے بیسوانے زمانہ مضمون پڑھنے کا اتفاق ہوا تو یہ دیکھ کر سخت افسوس اور صدمہ ہوا کہ مضمون میں اسلام کے خلاف جو باتیں کہی گئی تھیں ان میں سے اکثر باتیں کسی نہ کسی روایت کے حوالہ سے کہی گئی تھیں اور وہ حوالے درست تھے۔

بہر حال اس گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ اب جبکہ دار المصنفین کے سیمینار میں ایک منظور کردہ تجویز کے مطابق اسلام اور مستشرقین کے موضوع پر مستقل کام کرنے کی غرض سے ایک عالمی ادارہ قائم ہو رہا ہے جس کا سکریٹریٹ دار المصنفین اعظم گڑھ میں ہوگا، اور ہر دو برس کے بعد اس ادارہ کی طرف سے ایک بین الاقوامی سیمینار کسی ایک نئے ملک میں منعقد ہوتا رہے گا، چنانچہ اجلاس دوم کے لیے قطر سے اور اجلاس سوم کے لیے پاکستان کی جانب سے دعوت آچکی اور وہ منظور بھی ہوگئی ہے، ہم مندرجہ ذیل گذارش کرنا ضروری سمجھتے ہیں:

(۱) ایک وسیع لائبریری قائم کی جائے جو دنیا بھر کے تمام مستشرقین کی کتابوں اور ان کے مقالات، نیز ان کے مصادر و مراجع پر مشتمل ہو، (۲) ادارہ کے کارکنوں کے دو سکشن ہونے چاہئیں، ایک سکشن کا کام ہوگا مستشرقین کی کتابوں کا پڑھنا اور ان میں جو قابل گرفت چیزیں ہیں ان کی نشان دہی کرنا اور دوسرے سکشن کا کام ہوگا مراجع و مصادر کا مطالعہ کر کے خالص علمی اور تحقیقی بنیادوں پر روایات متعلقہ کا تنقیدی جائزہ لینا اور صحت و عدم صحت کے اعتبار سے ان کی حیثیت و نوعیت متعین کرنا (۳) جو سیمینار ہو اس میں شرکاء کو الگ الگ کسی ایک خاص مستشرق پر مقالہ لکھنے کی دعوت دی جانی چاہیے